دودھ چار سیر، انڈے بیس عدد، شکر ایک سیر، الائچی ایک تولہ، زعفران چار ماشہ۔

سلمیٰ۔ اب مجھ کو لکھائیے۔

اُستانی جی۔ میدہ ایک سیر، شکر پسی ہوئی ایک سیر، گھی ایک سیر، پستہ دو آنہ، چرونجی ایک آنہ۔

صبح سویرے دونوں نے اپنے اپنے سامان منگوانے شروع کئے جب سامان آ گیا! تو اُستانی جی نے کہا۔ "لاؤ مجھے دکھاؤ" لڑکیاں سب سامان لے آئیں، اُستانی جی نے کہا تم دونوں الگ الگ آؤ اور جو تم کو پکانا ہے اس کی ترکیب پوچھ لو اور خوب غور سے سنو، پھر اطمینان سے پکاؤ، اچھا خولہ تم پہلے انڈے کی فیرنی کی ترکیب سنو!!

دودھ کو ایک پتیلی میں چڑھا دو اور برابر چلاتی رہو، جب دودھ گاڑھا ہو کر ربڑی ہو جائے تو اس کو ٹھنڈا کر کے اس میں تمام انڈے زردی سمیت توڑ کر ڈال دو۔ اور خوب ملاؤ، پھر شکر ڈال کر خوب پھینٹو، پھر الائچی کے دانے پیس کر اور زعفران کو گھس کر اسی میں ملا دو اس کے بعد ایک تسلہ میں رکھ کر سرپوش سے بند کر دو اور نیچے اوپر آگ رکھ دو اور دیکھو سرپوش ایسا ہو کہ آگ یا راکھ اندر نہ جانے پائے، تھوڑی دیر کے بعد کھول کر دیکھنا اگر پھول گئی ہو اور سرخی آ گئی ہو تو اتار لینا اور ٹھنڈی ہو جانے پر چاقو سے کتوے کی مانند ٹکڑے کاٹ لینا۔ اس کا خیال رہے کہ نہ بہت سرخ ہو نہ پھیلی ہو، نکالتے وقت تسلہ میں گھی لگا لینا بس جاؤ اپنا کام کرو!

اچھا سلمیٰ تم نان خطائی کی ترکیب سنو، پہلے گھی اور شکر کو خوب پھینٹو اتنا کہ حل ہو جائے اور سفید ہو جائے پھر اس میں میدہ ملا لو۔ اور ملا کر چھوٹی چھوٹی لوئی چھوٹے پیڑے کے مانند بنا دو اور تسلہ میں سادہ کاغذ بچھا کر اس پر وہ لوئی رکھ دو اور پستہ اور چرونجی کے ورق کاٹ کر اس پر خوبصورتی کے ساتھ جما دو پھر اس پر سرپوش ڈھک کر نیچے اوپر آگ رکھ دو، نیچے کی آگ بہت زیادہ نہ ہو ورنہ جل جائے گی۔

(باقی ص ۴۲ پر)

تذکرہ

حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

یہ کتاب چودھویں صدی ہجری کے مشہور مقبول بزرگ اور عالم، اویس زمانہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۰۸ھ ۱۳۱۳) کے سوانح حیات، حالات و کمالات اور ارشادات و ملفوظات پر مشتمل ہے۔

کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے پڑھنے والے کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ حضرت مولانا کی صحبت میں بیٹھا ہوا ہے اور درد و محبت کی وہ آنچ اس کو بھی محسوس ہو رہی ہے جو مولانا کی سب سے بڑی خصوصیت تھی۔

وہ حضرات جو درد و محبت کے جویا اور اہل یقین کے طالب ہیں، ان کے لیے یہ کتاب بیش قیمت تحفہ ہے۔

قیمت ——

مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء پوسٹ بکس ۹۳ لکھنؤ

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ
اور اللہ کی رضامندی سب سے بڑی چیز ہے

ماہنامہ

رضوان

لکھنؤ

مسلم خواتین کا دینی ترجمان

دفتر ماہنامہ رضوان لکھنؤ

L/W NP 58

ماہنامہ رضوان
MONTHLY RIZWAN
LUCKNOW India
۳۷ گوئن روڈ لکھنؤ

زاد سفر

یعنی

احادیث صحیحہ کا مجموعہ

امام نوویؒ شارح صحیح مسلم کی مقبول کتاب

ریاض الصالحین کا عام فہم ترجمہ

ضروری حواشی و تشریحی عنوانات کے ساتھ

13 حدیث شریف کا ایک چھوٹا سفری کتاب خانہ اور منزل آخرت

بہترین زاد سفر

Price 13-50

MAKTABA-E-ISLAM
Gwynne Road Lucknow

only cover printed at Sarkar press Aminabad Lucknwo
JUNE 1978

قادیانیت

از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

جس کا نام سن کر ہی قادیانی گھبرائے لگتے ہیں۔ یہ کتاب ملک کے باہر اور افریقہ کے بعض حصوں میں اس فتنے کے لیے ایک سنگ گراں بلکہ پیام اجل ثابت ہوتی ہے۔ مادی نقاہت، استدلال کی قوت، اسلوب کی متانت اور قلم کی شگفتگی، کتاب کے سارے مباحث میں یکساں طور پر ملتی ہے اور پوری کتاب میں معاندانہ طرز کلام کے بجائے خالص علمی اور تحقیقی طرز اختیار کیا گیا ہے تاکہ قبولِ حق میں کوئی رکاوٹ نہ ہو سکے۔

قیمت:

انگریزی ایڈیشن

عربی

اردو

مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء پوسٹ بکس ۹۳ لکھنؤ

بیادگار امۃ اللہ تسنیم

مسلم خواتین کا دینی ترجمان

ماہنامہ

رضوان

لکھنؤ

جلد ۲۲، جولائی ۱۹۷۸ء مطابق شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ نمبر ۷

مدیر: محمد ثانی حسنی

معاونین: امامہ حسنی — میمونہ حسنی

فی پرچہ	ایک روپیہ
سالانہ چندہ	دس روپیہ
ممالک غیر بشمول پاکستان	ڈیڑھ پاؤنڈ

ماہنامہ رضوان گوئن روڈ لکھنؤ

پاکستان میں ترسیل زر کا پتہ

جناب سید حسین حسنی وی اے ۷/۴ ناظم آباد کراچی پاکستان

کیا اور کہاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	۳	محمد ثانی حسنی
سلسلہ ایمانیات	۶	محمد الحسنی
حدیث کی روشنی میں	۹	اَمۃ اللہ تسنیمؔ
مناجات	۱۱	مجذوب
اُسوۂ نبوی	۱۲	علامہ سلیمان ندوی
اللہ کے دوست کتنے شفیق	۱۷	حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی
نذرِ عقیدت	۲۰	منظور اختر
درود شریف کی برکت	۲۱	حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب
اسلامی تہذیب	۲۴	مولانا محمد اسحٰق سندیلوی ندوی
میں بھول نہیں سکتا	۲۷	حضرت مولانا محمد منظور نعمانی
تصویرِ افلاس	۳۰	انیسہ ہارون شیروانی
ہماری تاریخ	۳۱	قاضی اطہر مبارکپوری
شب برات	۳۶	انیس بیگم ضیا بریلوی
کشیدہ کاری (اشغالِ تکیہ)	۳۸	ہاجرہ حسنی
میٹھی دعوت	۳۹	اَمۃ اللہ تسنیمؔ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد ثانی حسنی

جن مسلمان والدین کو اپنا دین عزیز ہے اور وہ اسلام کے لئے ہر طرح کی قربانی اور ایثار کو اپنے لئے فخر سمجھتے ہیں وہ کبھی بھی اس کو برداشت نہیں کر سکتے کہ وہ یا اُن کے بچے دین سے دور رہ کر زندگی گزاریں، وہ اپنے بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں، بری صحبت سے بچانے کی فکر کرتے ہیں، ان کو سچی اور اچھی باتیں بتلاتے ہیں، بزرگوں کے واقعات سنا سنا کر دین کا جذبہ بیدار کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور سخت سے سخت حالات میں بھی مایوس نہیں ہوتے۔

ان ممالک میں جہاں مسلمانوں کا دینی حیثیت سے کوئی نظام قائم نہ تھا ان کے بچّوں کی دینی تعلیم و تربیت کا کوئی انتظام تھا۔ بلکہ حکومت کی طرف سے جو تعلیم دی جاتی تھی وہ مسلمان بچّوں کے لئے دینی حیثیت سے زہر سے کم نہ تھی، اس تعلیم کو حاصل کر کے مسلمان بچہ جو کچھ بھی بنتا ہے مسلمان اور خدا کا پرستار نہیں رہ سکتا تھا۔ ایسے نازک موقع پر دین کی تڑپ رکھنے والے والدین نے اپنے بچّوں سے غفلت نہیں کی بلکہ ان کی دینی تعلیم کا خود انتظام کیا، خود وقت نکال کر ان کو تربیت کی

اور سرکاری تعلیم کے زہر سے ان کو بچا لیا اور ان کی کوشش سے نسلوں کی نسلیں الحاد اور کفر سے بچ نکلیں اور صرف اسلام پر قائم ہی نہیں رہیں بلکہ ان میں سے بعض ایسی شخصیتیں پیدا ہوئیں جن کے ہاتھوں پر ہزاروں انسان جو خدا سے روٹھے ہوئے تھے تائب ہوئے

آج کا دور بھی یہی نزاکت لئے ہوئے ہے۔ ہمارے ملک میں جو سرکاری تعلیم رائج ہے اور جو نصاب اسکولوں میں پڑھایا جاتا ہے وہ بھی اپنے مواد اور اپنی تصویروں کے لحاظ سے مسلمان بچوں کو ان کے عزیز دین سے دور کرنے اور شرک کی طرف کھینچنے والا ہے۔ آپ پورے نصاب پر نظر ڈالیے ہزاروں صفحات میں غیر اسلامی کلچر کی تعریف، اس کی دعوت و تلقین ہی ملے گی، نہ مسلمانوں کے بزرگوں کا نام ملے گا نہ ان کی خدمتوں اور کارناموں کا تذکرہ ملے گا اگر کہیں کہیں کوئی تذکرہ آجاتا ہے تو کسی تاریخی عمارت کا یا کسی بادشاہ کا ــــــ!

نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان بچوں کے معصوم دماغ متاثر ہوتے ہیں اسکول میں وہ یہ پڑھتے ہیں گھروں میں ان کو کوئی دین کی بات بتاتا نہیں، رفتہ رفتہ وہ اپنے بزرگوں سے ناواقف ہوتے جاتے ہیں، وہ اپنے دین سے اول تو غافل ہوتے ہیں اگر جانتے ہیں تو صرف اتنا کہ ہم مسلمان ہیں لیکن ساتھ ساتھ یہ تاثر بھی دماغ پر چھایا ہوتا ہے کہ ہمارا دین زندہ نہیں اور نہ ہمارے یہاں کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا۔ اسکولوں کی اس تعلیم نے اپنے کھلے اثرات پیدا کرنے شروع کر دیئے ہیں ان حالات نے ہر دینی جذبہ رکھنے والے والدین کو بے قرار کر رکھا ہے، جن کو اللہ نے توفیق بخشی انھوں نے شروع شروع کوشش کی کہ اس آزاد ملک کا ایسا تعلیمی نصاب تیار ہو جس میں مسلمان بچوں کا بھی خاص خیال رکھا جائے، جس کو مسلمان بچہ پڑھ کر اپنے دین و مذہب سے

بے خبر نہ ہو یا کم سے کم ایسا نصاب تیار ہو جس میں کسی خاص مذہب اور اس کے طور وطریق کو اجاگر نہ کیا جائے، لیکن بدقسمتی سے نصاب کی تیاری میں سوفیصدی ان کا ہاتھ رہا جو مسلمانوں کے جذبات کا خیال نہ رکھ سکے مزید برآں اس نصاب کو پڑھانے والے بھی غیر اسلامی کلچر کے دلدادہ اور مبلغ تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ تعلیم کے ساتھ ساتھ ان استادوں نے تربیت بھی کرنی شروع کر دی۔ آخرکار دین کا جذبہ اور علم رکھنے والوں نے ایسے نصاب تیار کئے جو کم سے کم وقت میں اسکولوں میں پڑھنے والے بچوں کو دین کی طرف لاسکیں یا گھر میں رہ کر بچے اس دینی نصاب کو پڑھ سکیں۔ الحمدللہ کہ ان کی ٹوٹی پھوٹی کوشش ایک حد تک کامیاب اور مفید ثابت ہوئی جہاں جہاں یہ نصاب جاری کئے گئے اور جن جن مکاتب میں یہ داخل کئے گئے مسلمان بچوں کو خاطر خواہ فائدہ پہنچا لیکن رونا تو اس بات کا ہے کہ عام مسلمان والدین کو ابھی تک اس کا احساس پیدا نہیں ہو سکا کہ ان کے بچے کس تیزی کے ساتھ کفر و الحاد کے سیلاب میں بہے جا رہے ہیں اور ان کی عزیز متاع کس طرح لٹتی جا رہی ہے، جب احساس کا فقدان اس حد تک پہنچ جائے تو اچھے سے اچھا نصاب اور چند شخصیتوں کا جذبہ کام نہیں دیتا۔

ضروری ہے کہ ہر مسلمان والدین اپنی اولاد پر نگاہ رکھیں وہ اپنے بچوں کو ایسے مدارس میں داخل کریں جہاں عام کتابوں کے ساتھ ساتھ دینی کتابیں بھی داخل ہوں اگر ایسا کرنا مشکل ہے تو جب بچہ اسکول سے پڑھ کر آئے تو اس سے پوچھیں کہ جو کچھ اس نے اپنے دین کے خلاف پڑھا ہے اس کے زہر سے اس کو بچائیں، خارجی اوقات میں اس کو ایسے استادوں کے پاس بٹھائیں جہاں بیٹھ کر وہ اپنے دین سے واقف اور خبردار ہو، جگہ جگہ ایسے مکاتب کھولیں جن میں ایسا نصاب رائج کیا جائے جو زبان کے ساتھ ساتھ عقائد اور اعمال پر حاوی ہو، یہی چند صورتیں ہیں جن کی وجہ سے ہماری نسلیں کفر و الحاد اور شرک و بے دینی سے محفوظ رہ سکتی ہیں۔

قرآن آپ سے مخاطب ہے

محمد الحسنی

سِلسلۂ ایمانیات

(۳)

ایمان بالرسالت

لِتُومِنُوا بِاللّٰہِ وَرَسُولِہٖ وَتُعَزِّرُوہُ وَتُوَقِّرُوہُ

اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی عزت و تعظیم کرو۔

سلسلۂ ایمانیات کا ایک بہت بڑا رکن رسالت پر ایمان ہے اس لئے کہ ان سارے ارکان اور حقیقتوں کا علم ہم کو رسولوں ہی کے ذریعہ ہوا ہے اگر اللہ تعالیٰ انسانوں کے پاس اپنے رسولوں اور پیغمبروں کو نہ بھیجتا تو یہ حقیقتیں اور خدا کی مرضی و مشیت کے مطابق زندگی گزارنے کا علم کسی کو حاصل نہ ہو سکتا۔ اس وقت ہر شخص اپنے ذوق و مسلک اپنے علم و تجربہ اپنے آبا و اجداد سے سنی ہوئی باتوں اور قصہ کہانیوں پر بھروسہ کرتا، اور ہمیشہ بھٹکتا رہتا اس دنیا پر ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑا احسان اس کے پیغمبروں اور سب سے بڑھ کر پیغمبروں کے سربراہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

رسالت پر ایمان، نہ صرف حقیقت کا مطالبہ ہے بلکہ وہ انسان کے جذبۂ احسان مندی کا اظہار اور خدا تک رسائی کا واحد ذریعہ اور راستہ بھی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْہَا نَذِیْرٌ	کوئی قوم ایسی نہیں گزری جس میں کوئی ڈرانے والا اور خبردار کرنے والا نہ آیا ہو۔

لیکن رسالت کا کام صرف خدا کا پیغام اور خدا کے احکام بتا کر بری الذمہ اور بے تعلق ہو جاتا نہیں ہے۔ رسول اور نبی کی حیثیت معاذ اللہ صرف نامہ بر یا ڈاکیہ کی نہیں۔ اس کے ذمہ یہ کام ہوتا ہے کہ اپنی پوری صلاحیت و طاقت اور دلسوزی اور قلب و روح کی حرارت اور اپنی بصیرت و بصارت سے کام لے کر انسانی گروہ کو راہ حق پر ڈالے اور اس کے لئے ہر طرح کی صعوبتیں اور تکلیفیں برداشت کرے۔

سید الانبیاء والمرسلین کے بارے میں قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت اسی بات پر روشنی ڈالتی ہے۔

ھو الذی بعث فی الامیئن رسولًا منھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم و یعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔	وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور دانشمندی کی باتیں سکھاتے اور یہ لوگ آپ کی بعثت سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے
ولعلک باخع نفسک علیٰ آثارھم ان لم یومنوا بھذا الحدیث أسفا	سو شاید آپ ان کے پیچھے اگر یہ لوگ اس مضمون پر ایمان نہ لائے تو غم سے اپنی جان دیدیں گے

رسالت پر عمومی اور مجموعی طور پر اور آخری رسالت اسلام پر خصوصی اور مرکزی حیثیت سے ایمان لائے بغیر عقیدۂ توحید یا آخرت پر ایمان بالکل ناکافی ہے خواہ اس عقیدہ کے اثرات بھی ایسے شخص کی زندگی میں نمایاں ہوں۔

اس کے لئے تمام رسولوں پر ایمان اور آخری رسول (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی کامل پیروی اور اتباع لازمی شرط ہے دوسرے انبیاء پر ایمانِ مجمل بھی کافی ہے اس لئے کہ ان

کی پیروی ہمیں نہیں کرنا ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لوکان موسٰے حیاً لما وسعہ الا اتباعی (اوکما قال علیہ	اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اتباع سے چارہ نہ ہوتا۔

لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی و امی) پر ایمان مفصل کی ضرورت ہے آپ کے طریقہ حیات کو سیکھنے آپ کی تعلیمات کا علم حاصل کرنے اور آپ کی ایک ایک نشست کی اتباع کی ضرورت ہے اسی کے ساتھ ساتھ آپ سے رسمی و قانونی کی نہیں محبت و فدائیت کے تعلق کی ضرورت ہے۔ صحابہ کرام کے تعلق کے جو حیرت انگیز واقعات ہم پڑھتے ہیں ان (جس درجہ میں ممکن ہو سکے) اہم سے بھی مطالبہ ہے۔ اور ہم بھی اس کے مکلف ہیں۔

رسالت کی اہمیت سمجھنے کے بعد آخری و دائمی رسالت کی عظمت و شان اور اس کے نقوش قدم کی برکت و نورانیت، اور اس کے پیغام کی ابدیت و آفاقیت اور اس کی ہمہ گیری و جامعیت اور اس کی مسیحائی و جاں نوازی کا کسی قدر اندازہ ہم میں سے ہر شخص کو ہو سکتا ہے۔

رسالت انسان کی ضرورت بھی ہے اور خدا کی سب سے بڑی نعمت اور بنی نوع انسان کے لئے اس کا سب سے بیش قیمت تحفہ بھی! سب سے آخری نبوت اور آخری نبی کے ماننے والوں کی تعریف میں قرآن مجید کا ارشاد ہے:۔

فالذی آمنو ا بہ وعزروہ و نصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولٓئک ھم المفلحون۔ (سورۂ اعراف)	سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی امداد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ایسے ہی لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔

حدیث کی روشنی میں

امۃ اللہ تسنیم

اللہ تعالیٰ دلوں کو دیکھتا ہے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نہ تمہارے جسموں کو دیکھتا ہے نہ تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے اس کی نظر تمہارے دلوں پر رہتی ہے۔

جہاد کی نیت

حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسے آدمی کے متعلق پوچھا گیا جو بہادری کے لئے جہاد کرے یا حمیت کے لئے یا دکھاوے کے لئے۔ اس میں اللہ کے راستہ میں کون سا ہے آپ نے فرمایا اللہ کا بول بالا کرنے کے لئے لڑنا ہی صرف اللہ کے راستہ میں شمار ہوگا۔

(بخاری مسلم)

مسلمان قاتل و مقتول

حضرت ابوبکرہ رضؓ نفیع بن الحارث الثقفی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ مقابل ہوں تو قاتل و مقتول دونوں دوزخ میں جائیں گے میں نے کہا یا رسول اللہ قاتل کا معاملہ تو سمجھ میں آ گیا لیکن مقتول کے بارے میں حیرت ہے آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے ساتھی کے قتل پر حریص تھا۔

جماعت کا ثواب

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھر یا دوکان پر نماز پڑھنے سے

جماعت سے نماز پڑھنے کا ثواب کچھ اوپر بیس گنا زیادہ ملتا ہے جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر مسجد میں آئے اور نماز ہی کا ارادہ کرکے گھر سے نکلا ہو تو ہر قدم پر اس کا درجہ بلند کیا جائیگا اور اس کی خطائیں دور کی جائیں گی، یہاں تک کہ مسجد میں داخل ہوگا تو نماز میں شمار ہوگا اور جب تک وہ مسجد میں نماز کی نیت سے رکا رہتا ہے فرشتے اس کے حق میں دعا کرتے رہتے ہیں، کہتے ہیں اے اللہ اس پر رحم کر اور اس کو بخشدے اور اس کی توبہ قبول کر جب تک باوضو رہے۔

(بخاری، مسلم)

نیک کام کی نیت ہی سے ثواب مل جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور آنحضرتؐ اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے روایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں لکھیں پھر ان کو ظاہر کردیا کہ جس شخص نے کسی نیکی کا ارادہ کیا اور اس نے نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک نیکی لکھی اور جس نے نیکی کا ارادہ بھی کیا اور اس کو کر گزرا تو اللہ تعالیٰ نے دس نیکیاں لکھیں سات سو گنا تک یا اس سے بھی زیادہ اور جس نے کسی برائی کا ارادہ کیا پھر اس کو نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک پوری نیکی لکھی اور اگر وہ برائی عمل میں آگئی تو ایک ہی بدی لکھی۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی عشق نبی میں ڈوبی کتاب

کاروان مدینہ

مولانا مدظلہ کے ان مضامین کا مجموعہ جن کا تعلق جذبات محبت سے ہے جو اس دل سے تعلق رکھتے ہیں جو عشق نبیؐ میں لبریز ہے اس کتاب کو پڑھئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار ہو جائیے۔

بہترین فوٹو آفسٹ کی طباعت۔ قیمت مجلد ۱۲ روپے

ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ اسلام گوئن روڈ لکھنؤ

مناجات

نہیں میرا کوئی حامی خداوندا سوا تیرے
سناؤں کس کو میں حالِ پراگندہ سوا تیرے

پھنسا ہے مرغِ دل بے طرح میرا بندِ عصیاں میں
چھڑا دے کون کس سے یہ کھلے پھندہ سوا تیرے

رگ و ریشہ ہے میرے قلب کا آلودۂ عصیاں
کسی سے ہو سکے کیا پاک یہ گندہ سوا تیرے

زمیں کیا آسماں کیا کوہ کیا گلزار صحرا کیا
سبھی ہو جائیں گے اک دن پراگندہ سوا تیرے

ظہورِ کُل شئی ہالک پر پا ہے عالم میں
نہیں موجود کوئی چیز پائندہ سوا تیرے

نگیں دل سے مٹ جائے نشانِ عالمِ فانی
کسی شے کا نہ نقش اس میں رہے کندہ سوا تیرے

نہ ہو مطلب کسی سے یاد تیری میری ہمدم ہو
نہ کوئی کام ہو مجھ کو نہ کچھ دھندہ سوا تیرے

گناہ جتنے بھی ہوں لیکن بتا سکتا ہوں ہاں اتنا
کرم ہیں میرے جرموں سے خداوندا سوا تیرے

حسن اور پر ترے فریاد لایا نفس سرکشی کی
مدد چاہے بھلا کس سے ترا بندہ سوا تیرے

مجذوب

اُسوۂ نبویؐ

علامہ سید سلیمان ندویؒ

معمولاتِ روز و شب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوقات کے حصے تین کر دیے تھے، ایک عبادت الٰہی کے لئے دوسرا عام خلق کے لئے، تیسرا اپنی ذات کے لئے۔

صبح سے شام تک کے معمولات

معمول تھا کہ فجر پڑھ کر جا نماز پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ جاتے یہاں تک کہ آفتاب اچھی طرح نکل آتا اور یہی وقت دربارِ نبوت کا ہوتا لوگ پاس آ کر بیٹھتے اور آپ ان کو مواعظ و نصائح تلقین فرماتے۔

اکثر صحابہؓ سے پوچھتے کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے کسی نے دیکھا ہوتا تو عرض کرتے آپ اس کی تعبیر بیان فرماتے، کبھی خود اپنا خواب بیان فرماتے، اس کے بعد ہر قسم کی گفتگو ہوتی، لوگ جاہلیت کے قصے بیان کرتے، شعر پڑھتے، ہنسی خوشی کی باتیں کرتے آنحضرتؐ صرف مسکرا دیتے اکثر اسی وقت مال غنیمت اور وظائف و خراج وغیرہ کی تقسیم فرماتے۔

جب کچھ دن چڑھ جاتا تو چاشت کی کبھی چار کبھی آٹھ رکعت نماز ادا فرماتے گھر جا کر گھر کے دھندے میں مشغول رہتے، پھٹے کپڑوں کو سیتے، جوتا ٹوٹ جاتا تو اپنے ہاتھ سے گانٹھ لگاتے، دودھ دوہتے۔

نماز عصر پڑھ کر ازواج مطہرات میں سے ایک ایک کے پاس جاتے اور ذرا دیر ٹھہرتے پھر جس کی باری ہوتی وہیں رات بسر فرماتے، تمام ازواج مطہرات وہیں جمع ہو جاتیں عشاء تک صحبت رہتی، پھر عشاء کے لئے مسجد میں تشریف لے جاتے اور واپس آ کر سو رہتے۔ ازواج مطہرات رخصت ہو جاتیں۔ نماز عشاء کے بعد بات چیت ناپسند فرماتے۔

خواب

عام معمول یہ تھا کہ آپ اول نماز عشاء پڑھ کر آرام فرماتے تھے، سوتے وقت قرآن مجید کی کوئی سورہ بنی اسرائیل، زمر، حدید، حشر، صف، تغابن، جمعہ پڑھ کر سوتے شمائل ترمذی میں ہے کہ آرام کرتے وقت یہ الفاظ کہتے۔

اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوْتُ وَأَحْيٰى — خدایا تیرا نام لیکر مرتا ہوں اور زندہ رہتا ہوں

جاگتے تو فرماتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا — اس خدا کا شکر جس نے موت کے بعد زندہ کیا

وَإِلَيْهِ النُّشُوْد — اور اسی کی طرف حشر ہوگا۔

آدھی رات یا پچھلی رات گئے اٹھتے مسواک ہمیشہ سرہانے رہتی تھی اٹھ کر پہلے مسواک فرماتے پھر وضو کرتے اور عبادت میں مشغول ہوتے آپ کی سجدہ گاہ آپکے سرہانے ہوتی تھی۔

ہمیشہ داہنی کروٹ اور دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ کر سوتے لیکن جب کبھی سفر میں پچھلے پہر آرام فرماتے تو معمول تھا کہ دایاں ہاتھ اونچا کر کے چہرہ اس پر ٹیک کر سوتے کہ گہری نیند نہ آ جائے نیند میں کسی قدر خراٹے کی آواز آتی تھی۔

بچھونے میں کوئی التزام نہ تھا کبھی معمولی بستر پر کبھی کھال پر، کبھی چٹائی پر اور کبھی خالی زمین پر آرام فرماتے۔

عبادت شبانہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خانگی معمولات اور اوراد سے حضرت عائشہؓ کے برابر کوئی واقف نہ تھا ان سے مروی ہے کہ جب سورہ مزمل کی ابتدائی آئتیں نازل ہوئیں تو آپ نے اس قدر نمازیں پڑھیں کہ پاؤں میں ورم آ گیا، بارہ مہینوں تک باقی آئتیں رکی رہیں، سال بھر کے بعد بقیہ آئتیں اتریں تو قیام

میں جواب تک فرض تھا نفل رہ گیا۔
شب کو آٹھ رکعت متصل پڑھتے جن میں صرف آٹھویں رکعت میں قعدہ کرتے پھر ایک اور رکعت پڑھتے اور اس میں بھی جلسہ کرتے پھر دو رکعتیں اور ادا کرتے اس طرح گیارہ رکعتیں ہو جاتیں لیکن جب عمر شریف زیادہ ہو گئی اور جسم ذرا بھاری ہو گیا تو سات رکعتیں پڑھتے جس کے بعد دو رکعتیں اور ادا کرتے کبھی کبھی رات کو اتفاقاً نیند کا غلبہ ہوتا اور اس معمول میں فرق آتا تو دن میں بارہ رکعتیں پڑھ لیتے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک دن میں اپنی خالہ میمونہؓ کے یہاں خاص اس غرض سے رات کو رہا کہ دیکھوں کہ آپ رات کو نماز کس طرح پڑھتے ہیں۔ زمین پر فرش بچھا ہوا تھا آپؐ نے اس پر آرام فرمایا میں سامنے آڑا سو یا۔ قریباً رات ڈھلے آپؐ آنکھیں ملتے ہوئے اٹھے آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھیں پانی کی مشک لٹکی ہوئی تھی اس سے وضو کیا پھر نماز شروع کی میں بھی وضو کر کے بائیں پہلو میں کھڑا ہو گیا آپؐ نے ہاتھ پکڑ کر داہنی جانب پھیر دیا۔ تیرہ رکعتیں پڑھ کر آپؐ سو رہے یہاں تک کہ سانس کی آواز آنے لگی۔ صبح ہوتے حضرت بلالؓ نے اذان دی آپؐ اٹھے فجر کی سنتیں ادا کیں پھر مسجد تشریف لے گئے۔

معمولاتِ عیادت و تعزیت

بیماروں کی عیادت و غمخواری آپؐ ضرور فرماتے اور صحابہؓ کو ارشاد ہوتا تھا کہ عیادت ایک مسلمان کا فرض ہے۔ ہجرت کے ابتدائی زمانہ میں معمول شریف یہ تھا کہ جب کسی شخص کی موت کا وقت قریب آجاتا تو صحابہؓ آپؐ کو اس کی اطلاع دیتے آپؐ اس کے مرنے سے پہلے تشریف لاتے اس کے لئے دعائے مغفرت فرماتے اور آخیر دم تک اس کے پاس بیٹھے رہتے یہاں تک کہ دم واپسیں کے انتظار میں آپؐ کو اس قدر دیر ہو جاتی کہ آپ کو تکلیف ہونے لگتی صحابہؓ نے تکلیف کا احساس کیا اور اب ان کا معمول ہو گیا کہ جب کوئی شخص مر چکتا، تو

تو آپ کو اس کی موت کی خبر دیتے، آپؐ اس کے مکان پر تشریف لے جاتے اس کے لئے دعائے مغفرت فرماتے، جنازہ کی نماز پڑھتے اس کے بعد اگر مٹی دینا چاہتے تو ٹھہر جاتے ورنہ واپس چلے آتے لیکن صحابہؓ نے آخر آپؐ کی یہ تکلیف بھی گوارہ نہ ہوئی اس لئے خود جنازہ آپ کے مکان تک لانے لگے۔

عیادت

عیادت کے لئے جب کسی بیمار کے پاس تشریف لے جاتے تو اس کو تسکین دیتے، پیشانی اور نبض پر ہاتھ رکھتے، اس کی صحت کے لئے دعا فرماتے اور کہتے "ان شاء اللہ طہور" خدا نے چاہا تو خیریت ہے! کوئی بد خالی کے فقرے کہتا تو ناپسند فرماتے! ایک بار ایک اعرابی مدینہ میں آکر بیمار پڑ گیا آپؐ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے اور کلمات تسکین ادا فرمائے اس نے کہا تم نے خیریت کہا، شدید تپ ہے جو قبر ہی میں سُلا کر چھوڑے گی! آپؐ نے فرمایا ہاں اب یہی ہو۔

معمولاتِ ملاقات

معمول یہ تھا کہ کسی سے ملنے کے وقت ہمیشہ پہلے خود سلام اور مصافحہ کرتے کوئی شخص جھک کر اگر آپؐ کے کان میں کچھ بات کہتا تو اس وقت تک اس کی طرف سے رخ نہ پھیرتے جب تک وہ خود منھ نہ ہٹا لے۔ مصافحہ میں بھی یہی معمول تھا۔ مجلس میں بیٹھتے تو آپؐ کے زانو ہمنشینوں سے آگے نکلے ہوئے نہ ہوتے۔ جو شخص حاضر ہونا چاہتا، دروازہ پر کھڑا ہو کر پہلے السلام علیکم کہتا پھر پوچھتا کہ کیا میں اندر آسکتا ہوں، خود بھی آپؐ کسی سے ملنے جاتے تو اسی طرح اجازت مانگتے۔ ایک دفعہ بنو عامر کا ایک شخص آیا اور دروزہ پر کھڑا ہو کر پکارا کہ اندر آسکتا ہوں؟ آپؐ نے فرمایا جا کر اس کو اجازت طلبی کا طریقہ سکھا دو یعنی پہلے وہ سلام کرے تب اجازت مانگے۔

ایک دفعہ حضرت جابرؓ زیارت کو آئے اور دروازہ پر دستک دی آپؐ نے پوچھا کون ہے، بولے میں! آپؐ نے فرمایا "میں" "میں" یعنی یہ کیا طریقہ ہے نام بتانا چاہیے۔

جب آپؐ خود کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو دروازہ کے دائیں یا بائیں جانب کھڑے

ہوتے اور السلام علیکم کہہ کر اجازت طلب فرماتے اگر صاحب خانہ اجازت نہ دیتا تو پلٹ آتے چنانچہ ایک روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سعد ابن عبادہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور باہر کھڑے ہو کر اذن طلبی کے لئے السلام علیکم ورحمۃ اللہ فرمایا سعدؓ نے اس طرح آہستہ سلام کا جواب دیا کہ آنحضرتؐ نے نہیں سنا حضرت سعدؓ کے فرزند قیس ابن سعد نے کہا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر آنے کی اجازت کیوں نہیں دیتے حضرت سعدؓ نے کہا چپ رہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار سلام کریں گے جو ہمارے لئے برکت کا سبب ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ السلام علیکم کہا اور سعدؓ نے پھر اسی طرح جواب دیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تیسری دفعہ پھر اسی طرح سے اذن طلب کیا اور کوئی جواب نہیں ملا تو آپؐ واپس چلے حضرت سعدؓ نے جب آپؐ کو جاتے دیکھا تو دوڑ گئے اور عرض کیا کہ میں آپؐ کا سلام سن رہا تھا لیکن آہستہ جواب دیتا تھا کہ آپؐ بار بار سلام کریں۔

معمولات عامہ داہنی جانب یا داہنے ہاتھ سے کام کرنا آپؐ کو محبوب تھا۔ جوتا پہلے داہنے پاؤں میں پہنتے مسجد میں پہلے دایاں پاؤں رکھتے مجلس میں کوئی چیز تقسیم فرماتے تو داہنی جانب سے اسی طرح کسی کام کو شروع کرتے تو بسم اللہ کہتے۔

اللہ کے دوست کتنے شفیق!

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

اللہ تعالےٰ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کو عام انسانوں اور خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں اور اپنے اہل تعلق کے ساتھ ایسی شفقت و محبت عطا فرمائی تھی جس کو اگر ماں کی شفقت سے تشبیہ یا اس پر بھی ترجیح دی جائے تو واقعات کے لحاظ سے اس میں کوئی مبالغہ اور شاعری نہ ہوگی، شیوخ کاملین کی یہ شفقت دراصل نبی کی شفقت کی وراثت اور نیابت ہے۔

اس شفقت اور تعلق نے وہ اتحاد پیدا کر دیا تھا کہ دوسروں کی جسمانی اذیت سے اپنے کو جسمانی طور پر اذیت اور دوسروں کی قلبی راحت سے اپنے کو قلبی راحت ملتی تھی امیر حسن علاء سنجری راوی ہیں کہ:۔

"ایک مرتبہ مجلس ہو رہی تھی سایہ میں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے بعض لوگ دھوپ میں بیٹھے تھے آپ نے سایہ میں بیٹھنے والوں سے فرمایا "بھائی ذرا مل کر بیٹھو تاکہ ان بھائیوں کے لئے بھی جگہ ہو جائے دھوپ میں یہ بیٹھے ہیں اور جلا میں جا رہا ہوں"

ایک مرتبہ آپ نے کسی بزرگ کا مقولہ نقل کیا جو درحقیقت اپنے ہی حال کی ترجمانی تھی کہ خدا کی مخلوق میرے سامنے کھانا کھاتی ہے اور میں اس کھانے کو اپنے حلق میں پاتا ہوں جیسے وہ کھانا میں ہی کھا رہا ہوں۔

غمخواریِ عام

یہ اہل قلوب غم دنیا سے فارغ البال لیکن دنیا والوں کے غم اور خلق خدا کی فکروں سے نڈھال اور خستہ حال رہتے ہیں وہ اپنا غم بھلا دیتے ہیں اور ساری دنیا کا غم اپنا غم بنا لیتے ہیں اور یہ کہنے کا حق درحقیقت انہی کو ہے کہ ؎

سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کے نواسے خواجہ شرف الدین سے کسی مجلس میں کسی صوفی نے کہا کہ خواجہ نظام الدین عجب فارغ البال بزرگ ہیں، مجرد ہیں، اہل وعیال واطفال سے کوئی تردد ان کو نہیں ہے ان کو ایسا فراغ حاصل ہے کہ ایک ذرۂ غم ان کو چھو نہیں گیا ہے، وہ عزیز اس مجلس سے اٹھے تو حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے چاہتے تھے کہ خود اس کا ذکر کریں حضرت خواجہؒ نے خود ہی ارشاد فرمایا۔

میاں شرف الدین وہ رنج وغم جو میرے دل کو وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے شاید ہی کسی دوسرے شخص کو اس سے زیادہ ہوتا ہو جو شخص میرے پاس آتا ہے اپنا حال مجھ سے بیان کرتا ہے اس سے دو چند فکر وتردد اور غم والم مجھے ہوتا ہے بڑا سنگدل ہے وہ جس پر اپنے دینی بھائی کا غم اثر نہ کرے۔

حضرت خواجہؒ کے نزدیک ایک مسلمان کا دل خوش کرنا اور اس کی دلجوئی و راحت رسانی افضل ترین عمل اور تقرب الٰہی کا بہترین ذریعہ تھا سیر الاولیا میں ہے۔

"مجھے خواب میں ایک کتاب دی گئی اس میں لکھا تھا کہ جہاں تک ہو سکے دلوں کو راحت پہنچاؤ کہ مومن کا دل اسرار ربوبیت کا مقام ہے۔"

ایک مرتبہ فرمایا۔

"قیامت کے بازار میں کسی سودے کی اتنی قیمت اور چلن نہ ہوگا جتنا دل کا خیال رکھنے اور دل خوش کرنے کا۔

چھوٹوں پر شفقت

حضرت خواجہ اپنے قیمتی مشاغل اور اعلیٰ کیفیات باطنی کے ساتھ بچوں اور چھوٹوں پر بڑے شفیق تھے اور وہ اپنی شدید مصروفیت کے باوجود ان کی دل جوئی کے لئے وقت نکال لیتے تھے ان عظیم ذمہ داریوں اور باطنی مشغولیت کے باوجود ان بچوں کی پوری رعایت فرماتے اور چھوٹی چھوٹی باتوں کا دھیان رکھتے خواجہ رفیع الدین ہارون آپ کے حقیقی بھانجے کے صاحبزادے تھے اگر کبھی وہ کھانے کے بعد موجود نہ ہوتے تو اگرچہ بڑے بڑے بزرگ دسترخوان پر بیٹھے ہوتے لیکن آپ ان صاحب زادے کا انتظار کرتے۔

خواجہ رفیع الدین کو تیر وکمان اور پیراکی وکشتی کا بڑا شوق تھا حضرت سلطان المشائخ بڑی شفقت کے ساتھ ان کے فنون کی باتیں کرتے ان کی ہمت افزائی فرماتے۔

جو شریف النسب اور ذی استعداد نوجوان اپنے زمانہ کے شوقین لوگوں کے جیسا لباس پہنتے اور ان میں نوجوانی کے تقاضے سے لباس میں تجمل پیدا ہوتا جس کو بعض حضرات ثقاہت ومتانت کے خلاف سمجھ کر اعتراض کرتے ہیں) حضرت خواجہ ان کی دلجوئی فرماتے اور اس کی جوانی اور زمانہ کا تقاضہ سمجھ کر نظر انداز فرماتے اور اپنے اخلاق وتوجہ سے ان کی اصلاح اور تربیت کی کوشش فرماتے۔

سیر الاولیاء کے مصنف امیر خورد لکھتے ہیں کہ میرے چچا سید حسین کرمانی کی نوجوانی کا زمانہ تھا وہ اس زمانہ کے شوقین نوجوانوں کے لباس اور وضع میں ایک روز تشریف لائے حضرت خواجہ نے ان کو دیکھ کر فرمایا سید آؤ، بیٹھو اور سعادت میں حصہ لو۔

اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس شفقت اور ملاطفت اور اس دلجوئی دلنوازی سے کتنے نوجوانوں کی اصلاح وتربیت ہو گئی اور کتنے بھٹکے ہوئے وحشی اسیر دام محبت ہوئے ہوں گے اور ان کا شمار خدا کے مقبول بندوں اور شیوخ کاملین میں ہوا ہوگا۔

نذرِ عقیدت

منظومہ اختر

درود و سلام لے جا
بسوئے جنابِ رسالت لئے جا
صبا یہ ازل کی امانت لئے جا
محبت بہ حسنِ عقیدت لئے جا
شرف کاش مل جائے کوئے نبی میں
جھکی ہے جبینِ عقیدت لئے جا
مدینے کے شام و سحر میں سجا دے
صبا ان خیالوں کی ندرت لئے جا
مدینے کی گلیوں سے باہر نہ جاؤں
مری آرزوئے عبادت لئے جا
صبا بوئے احمدؐ سے لا دے بسا کر
یہ میں پھول نذرِ عقیدت لئے جا
درِ پاک پر اب تو اس کو بلا لو
ہے اختر کے دل میں جو حسرت لئے جا

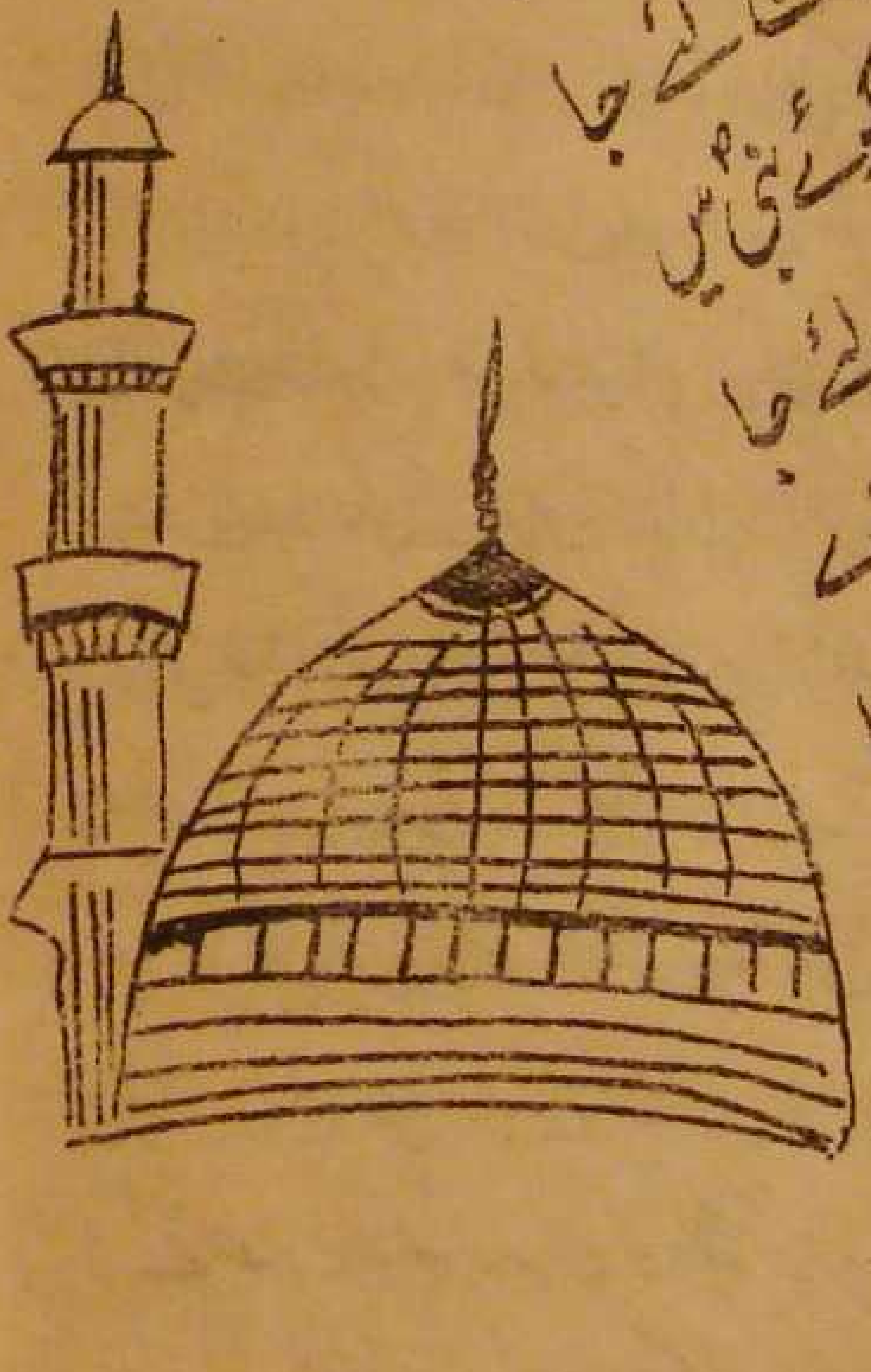

درود شریف کی برکت

از حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ظلہ العالی

● امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں عبدالواحد بن زید بصری سے نقل کیا ہے کہ میں حج کو جا رہا تھا کہ ایک شخص میرا رفیقِ سفر ہو گیا وہ ہر وقت چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا کرتا تھا میں نے اس سے اس کثرت درود کا سبب پوچھا اس نے کہا کہ جب میں سب سے پہلے حج کرنے کے لئے حاضر ہوا تو میرے باپ بھی میرے ساتھ تھے جب ہم لوٹنے لگے تو ایک منزل پر سو گئے میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ سے کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ اٹھ تیرا باپ مر گیا اور اس کا منہ کالا ہو گیا میں گھبرا اٹھا تو اپنے باپ کے منہ سے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو واقعی انتقال ہو چکا تھا اور اس کا منہ کالا ہو رہا تھا مجھ پر اس واقعہ سے بڑا غم سوار ہوا اور پھر میری آنکھ لگ گئی میں نے دوبارہ خواب میں دیکھا کہ میرے باپ کے سر پر چار حبشی کالے چہرے والے جن کے ہاتھ میں لوہے کے بڑے بڑے ڈنڈے تھے مسلط ہیں۔ اتنے میں ایک بزرگ نہایت حسین چہرہ دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تشریف لائے اور انہوں نے ان حبشیوں کو ہٹا دیا اور اپنے دست مبارک کو میرے باپ کے منہ پر پھیرا اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اٹھ اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کے چہرہ کو سفید کر دیا۔ میں نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کون ہیں، آپ نے فرمایا کہ میرا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے تمہارا باپ مجھ پر درود بھیجتا تھا، بعد اس کے بعد میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کبھی نہیں چھوڑا۔

● ایک عورت حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ میری لڑکی کا انتقال ہو گیا ہے میری یہ تمنا ہے کہ میں اس کو خواب میں دیکھوں حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ عشاء کی نماز پڑھ کر چار رکعت نفل پڑھو اور ہر رکعت پر الحمد شریف کے بعد الھٰکم التکاثر پڑھو اور اس کے بعد لیٹ جاؤ اور سونے تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتی رہو۔ اس نے ایسا ہی کیا تو اس نے لڑکی کو خواب میں دیکھا کہ نہایت ہی سخت عذاب میں ہے تار کول کا لباس اس پر ہے، دونوں ہاتھ اس کے جکڑے ہوئے ہیں اور اس کے پاؤں آگ کی زنجیروں میں بندھے ہوئے ہیں وہ صبح کو اٹھ کر حسن بصریؒ کے پاس گئی، حضرت حسنؒ نے فرمایا کہ اس کی طرف سے صدقہ کرو، شاید اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے تمہاری لڑکی کو معاف فرما دے اگلے دن حضرت حسن بصریؒ نے خواب میں دیکھا کہ جنت کا ایک باغ ہے اور اس میں ایک بہت اونچا تخت ہے اور اس پر ایک نہایت حسین و جمیل خوبصورت لڑکی بیٹھی ہوئی ہے۔ اس کے سر پر ایک نور کا تاج ہے اس نے کہا حسن تم نے مجھے پہچانا، حضرت حسن نے کہا نہیں میں نے نہیں پہچانا کہنے لگی میں وہی ہوں جس کی ماں کو تم نے درود شریف پڑھنے کا حکم دیا تھا حضرت حسن نے کہا کہ تیری ماں نے تو تیرا حال اس کے برعکس بتایا تھا جو میں دیکھ رہا ہوں اُس نے کہا کہ میری حالت وہی تھی جو ماں نے بتائی تھی، حضرت حسنؒ نے پوچھا پھر یہ مرتبہ کیسے حاصل ہو گیا۔ اس نے کہا ہم ستر ہزار آدمی عذاب میں مبتلا تھے جو میری ماں نے آپ سے بتایا کہ صلحا میں سے ایک بزرگ کا گزر ہمارے قبرستان پر ہوا انہوں نے ایک دفعہ درود شریف پڑھ کر اس کا ثواب ہم سب کو پہونچا دیا، ان کا درود اللہ کے یہاں ایسا مقبول ہوا کہ اس کی برکت سے ہم سب اس عذاب سے آزاد کر دیئے گئے۔

● ایک عورت تھی اس کا لڑکا بہت گناہگار تھا۔ اس کی ماں اس کو بار بار نصیحت کرتی مگر وہ بالکل نہ مانتا اسی حال میں وہ مر گیا اس کی ماں کو بہت رنج ہوا کہ وہ بغیر توبہ کے مرا اس کو بہت تمنا تھی کہ کسی طرح اس کو خواب میں دیکھے اس کو خواب میں دیکھا تو وہ عذاب میں مبتلا تھا اس کی وجہ سے اس کی ماں کو اور زیادہ صدمہ ہوا۔ ایک زمانے کے بعد اُس نے دوبارہ خواب میں دیکھا تو بہت اچھی حالت میں تھا نہایت خوش و خرم ماں نے پوچھا کہ یہ کیا ہو گیا اس نے کہا کہ ایک بہت بڑا گنہگار شخص کا اس قبرستان پر گزر ہوا قبروں کو دیکھ کر اس کو عبرت ہوئی وہ اپنی حالت پر رونے لگا اور سچے دل سے توبہ کی اور کچھ قرآن شریف اور بیس مرتبہ درود شریف پڑھ کر اس قبرستان والوں کو بخشا جس میں میں تھا اس میں سے جو حصہ مجھے ملا وہ یہ ہے جو تم دیکھ رہی ہو، میری اماں حضورؐ پر درود دلوں کا نور ہے گناہوں کا کفارہ ہے اور زندہ اور مردہ دونوں کے لئے رحمت ہے۔

(باقی صفحہ پر)

اللھم صل وسلم علیٰ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

بقیہ میٹھی دعوت

اور ذرا ذرا دیر میں کھول کر دیکھتی رہو جب خوشبو آجائے اور پیازی رنگ آجائے اُتار لینا"

دونوں لڑکیاں گئیں اور اپنا اپنا کام شروع کر دیا۔ بیچ بیچ میں استانی جی جاتیں اور کچھ نہ کچھ بتا آتیں۔

ظہر تک دونوں کی چیزیں تیار ہو گئیں، اور بہت عمدہ پکیں، شام کو گھر کے صحن میں دسترخوان بچھا اور ساری سہیلیاں جمع ہو گئیں، اور پُرلطف گفتگو شروع ہو گئی، اتنے میں استانی جی آگئیں، سب ادب سے کھڑی ہو گئیں اور سلام کر کے بیٹھ گئیں استانی جی نے دعائیں دیں اور ایک مختصر سی شگفتہ تقریر کی جس میں خانہ داری اور دستکاری پر زور دیا اور کہا "بچیو! عورتوں کا اچھا زیور اور جوہر سلیقہ مندی اور خانہ داری ہے"

سب نے خوب مزے لے لے کر کھایا اور کہا اُستانی جی یہ سب ترکیبیں ہم سب کو بتلایئے تاکہ ہم سب کو ایسا پکانا آجائے اُستانی جی بولیں آج تو وقت نہیں مغرب کا وقت آگیا پھر کبھی، چلو نماز پڑھیں۔

اسلامی تہذیب

مولانا محمد اسحٰق سندیلوی ندوی

کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، اُٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، ملنے جُلنے، خلاصہ یہ کہ زندگی بسر کرنے کے کچھ قاعدے اور طریقے ہوتے ہیں، انھیں قاعدوں اور طریقوں کا نام تہذیب ہے یہ طریقے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ان میں سے تو کچھ تو ایسے ہوتے ہیں جو آب و ہوا، موسم اور دوسرے حالات کے لحاظ سے بدلتے رہتے ہیں، جیسے ہندوستان اور عرب کے لوگ ڈھیلا ڈھالا لباس پہنتے ہیں، اس لئے کہ دونوں گرم ملک ہیں اور ڈھیلے کپڑوں سے گرمیوں میں آرام ملتا ہے۔ سرد ملکوں کے باشندے تنگ اور چست کپڑے پہنا کرتے ہیں تاکہ سردی سے حفاظت ہو سکے، اسی طرح بعض جگہوں کی آب و ہوا ایسی ہے کہ وہاں کھٹائی کھانا مفید ہے اس لئے کھٹی چیزوں سے تواضع کرنا وہاں کی تہذیب میں داخل ہے اسی طرح بعض خاندانوں میں کچھ خاندانی رسمیں چلی آرہی ہیں جو کسی خاص واقعہ کی وجہ سے جاری ہو گئیں جیسے میں نے ایک خاندان کا رواج یہ دیکھا ہے کہ ان کے یہاں سونے کا زیور پاؤں میں پہننا خلاف تہذیب سمجھا جاتا ہے۔ قاعدے اور طریقے ہر ملک کے الگ الگ ہوتے ہیں بلکہ ایک ہی ملک میں بعض دفعہ گھرانے گھرانے کے علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں، انھیں ملکی تہذیب، نسلی یا خاندانی تہذیب کہتے ہیں۔

لیکن رہن سہن اور زندگی بسر کرنے کے کچھ ایسے قاعدے اور طریقے بھی ہیں جو کسی حالت میں نہیں بدلتے، آدمی کسی نسل و خاندان سے ہو اور دنیا کے کسی حصہ میں رہتا ہو، عزت و دولت کے لحاظ سے کسی درجہ کا ہو ہر صورت میں وہ انھیں قاعدوں کی پابندی کرتا ہے یہ قاعدے اور طریقے مذہب و دین بتاتا ہے اور ان کا نام دینی یا مذہبی تہذیب ہے۔

اسلام کے علاوہ دوسرے مذہب اس قسم کے قاعدے بتاتے ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں ہم یہاں کچھ نہیں کہنا چاہتے۔ ہمیں صرف اتنا بتانا ہے کہ اسلام اس طرح کے بہت سے قاعدے اور طریقے بتاتا ہے انھیں قاعدوں کا نام اسلامی تہذیب ہے۔ جس طرح ساری دنیا کے مسلمان عقیدوں اور عبادت کے طریقوں کے لحاظ سے ایک ہیں اسی طرح تہذیب کے لحاظ سے وہ سب ایک ہیں۔ اسلام نے ایسی تہذیب سکھائی ہے جو ملک و نسل، خاندان، آب و ہوا وغیرہ کسی سبب سے بھی نہیں بدلتی۔ ہر جگہ اور ہر حالت میں یکساں رہتی ہے۔ مثال کے طور پر اسلامی تہذیب کے چند قاعدے یہاں لکھتے ہیں۔ دیکھئے کہ وہ ساری دنیا کے مسلمانوں کے لئے یکساں ہیں یا نہیں؟

اسلام نے کچھ چیزوں کا کھانا ناجائز بتایا ہے اور کچھ چیزوں کے کھانے کو ناجائز فرمایا ہے، اس نے بتایا ہے کہ بسم اللہ کہہ کر کھانا پینا شروع کرو اور جب کھا پی چکو تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ داہنے ہاتھ سے کھاؤ، کھانے سے پہلے اور اس کے بعد ہاتھ دھو ڈالو اور کُلّی کرو، رزق کے ساتھ بے ادبی نہ کرو وغیرہ۔ اسی طرح پہننے میں اس کا لحاظ رکھو کہ لباس ستر کو ڈھانکنے والا ہو۔ مرد ریشمی کپڑا اور زیور نہ پہنیں، پائجامہ، تہبند جو کچھ بھی پہنیں وہ ٹخنوں سے اونچا رہے وغیرہ یہ چند مثالیں ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی تہذیب کیا چیز ہے — اسی قسم کے اسلامی قاعدوں کا نام اسلامی تہذیب ہے یہ بہت ہیں اور انسان کی

پوری زندگی کے متعلق ہیں۔ صحابہ کرامؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں زندگی بسر کرنے کے متعلق ہر ضروری بات بتائی ہے یہاں تک کہ جوتا پہننے کا طریقہ بھی بتایا۔

اب آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ تہذیب محض ملکی یا نسلی ہوتی ہے۔ اسلام کو اس تہذیب سے کوئی تعلق نہیں وہ لوگ بالکل غلط کہتے ہیں۔ ایسے لوگ اسلام سے واقف نہیں ہیں اور تہذیب کی حقیقت سے بھی بے خبر ہیں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ لوگ جان بوجھ کر اسلامی تہذیب کا انکار اس لئے کرتے ہوں کہ اس کا رواج نہ باقی رہے یعنی اسلام سے درپردہ دشمنی کی وجہ سے ایسی باتیں کرتے ہوں۔

اسلامی تہذیب قرآن وحدیث نے سکھائی ہے ہماری جان قرآن وحدیث پر قربان، ان کی بتائی ہوئی چیز کا باقی رکھنا ہمارا سب سے پہلا فرض ہے، ہمیں اسلامی تہذیب سے واقف ہونا چاہیے اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔ اپنے بھائیوں اور بہنوں اور بچوں کو اس پر عمل کرنے کی عادت ڈالنا چاہیے۔ اس تہذیب کا عام اور مشہور نام "سنت" ہے مسلمان گھرانوں میں عام طور پر لوگ اسے اسی نام سے جانتے ہیں، سنتوں کی پابندی اور اسے رواج دینے کی کوشش میں بڑا ثواب ہے۔ حدیث میں ہے۔

من تمسك بسنتي عند فساد امتي فله اجر مائة شهيد	جب میری امت میں فساد ہو اور اسمیں سنتوں کا رواج جاتا رہے تو جو شخص میری سنتوں پر عمل کرتا رہے گا اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

اسی طرح حدیث کا مضمون ہے کہ جو شخص کسی اچھے طریقے کو رواج دیگا اسے خود اسکے علاوہ دوسرے عمل کرنیوالوں کے عمل کا ثواب ملتا ہے اور ان لوگوں کا ثواب کم نہیں ہوتا۔

اسلامی تہذیب بہت آسان اور بہت آرام دہ ہے۔ آیئے آج سے ارادہ کرلیں کہ ہم اپنے گھروں میں رواج دیں گے۔

انسانیت زندہ ہے!

میں بھول نہیں سکتا

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی

۴۲-۴۳ سال پہلے کی بات ہے غالباً ۳۲ء کی سردی کا موسم تھا، میں اس زمانے میں امروہہ میں مدرس تھا ایک ضرورت سے دیوبند جانے کا اتفاق ہوا چونکہ دن ہی کی ٹرین سے جانا تھا اور دن ہی کی ٹرین سے واپس آنا اس لئے بستر بلکہ کمبل تک ساتھ لینا ضروری نہ سمجھا، وہاں کے کام سے فارغ ہو کر میں ایسی ٹرین سے روانہ ہوا جو شام کو غازی آباد پہونچاتی تھی اور تھوڑی دیر کے بعد امروہہ جانے والی ٹرین مل جاتی تھی اس دن اتفاق سے وہ ٹرین لیٹ ہوگئی اور غازی آباد پہونچ کر معلوم ہوا کہ امروہہ والی ٹرین جاچکی ہے اب اس کے بعد رات کو قریباً گیارہ بجے دوسری ٹرین ملتی ہے میں اس کے انتظار میں پلیٹ فارم پر ہی ایک بنچ پر بیٹھ گیا اور نماز عشاء سے فارغ ہو کر اسی بنچ پر لیٹ گیا، ارادہ سونے کا بالکل نہ تھا لیکن آنکھ لگ گئی کچھ وقت گزرنے پر اسٹیشن کے کسی ملازم نے اٹھایا اور پوچھا کہ میاں کہاں جانا ہے، میں نے بتایا کہ امروہہ اس نے کہا اُف اوہ! آپ کی ٹرین تو چھوٹ گئی وہ جارہی ہے اب تو صبح کو ملے گی اس لئے آپ اسٹیشن کے مسافرخانہ میں چلے جایئے، میں مسافرخانہ میں آگیا رات کے گیارہ بج چکے تھے سو کر اٹھنے کے بعد سردی بہت محسوس ہونے لگی، پوری رات کاٹنی تھی۔

وہاں پڑی ہوئی ایک بنچ پر کبھی بیٹھ جاتا، بیٹھے بیٹھے سردی زیادہ محسوس ہونے لگتی تو ٹہلنے لگتا اس زمانہ میں چائے کی صرف ایک معمولی دوکان تھی، وہ دوکاندار بھی اپنا کام بڑھا چکا تھا میں تھوڑی دیر کے بعد جا کر اس کو اٹھاتا اور اس کے سماور سے چائے نکلوا کر پی لیتا، سردی کی اس تکلیف کے علاوہ ایک ذہنی اور روحانی تکلیف یہ ہو رہی تھی کہ مسافرخانہ میں میرے علاوہ جو مسافر تھے جن کی تعداد دس بارہ سے زائد نہ تھی وہ مجھے اس حال میں دیکھ کر کہ میرے پاس سفری سامان نہیں ہے مجھے شک کی نگاہ سے دیکھتے اور اپنے سامان کی حفاظت کے خیال سے سونا نہیں چاہتے تھے میں زبان سے کچھ کہہ کر ان کو مطمئن بھی نہیں کر سکتا تھا مجھے یاد ہے کہ اس روحانی تکلیف سے میرا خون ہوا جاتا تھا بس کسی طرح رات کاٹ رہا تھا۔

اس حال میں رات کے ڈھائی بج گئے اور غالباً دہرہ دون کی طرف سے کوئی ٹرین آئی اس سے اتر کر بھی دو چار مسافر مسافرخانہ میں آئے اور اپنے اپنے بستر کھول کر لیٹ گئے ان میں ایک نوعمر سکھ لڑکا بھی تھا جس کی عمر بظاہر پندرہ سولہ برس سے زیادہ نہ ہوگی یہ غالباً کسی دولت مند گھرانے کا بچہ تھا اور پہاڑ کی جانب سے آنے کی وجہ سے اس کے ساتھ بہت بڑا بستر تھا، میں بنچ پر بیٹھا ہوا تھا اس نے پوچھا کہ یہاں کہیں دودھ مل سکے گا، میں نے بتایا کہ یہ سامنے چائے والے کی دوکان ہے وہ سو رہا ہے اس کے پاس دودھ بھی ہے بیٹا تم اس کو جا کر اٹھالو اور اس سے دودھ لے لو۔

اس نے کہا آپ ذرا میرا بستر دیکھے رہیں میں دودھ لے لوں، رات کو کھانا نہیں کھا سکا۔

وہ لڑکا دوکان چلا گیا اور وہاں سے دودھ لے آیا بطور تواضع کے مجھ سے بھی پینے کو کہا میں نے معذرت کر دی وہ اپنے بستر پر بیٹھ کر پینے لگا اس کے بعد بستر پر لیٹ گیا، میں نے محسوس کیا کہ وہ بیچارہ بھی بار بار میری طرف دیکھتا ہے مجھے بڑا دکھ ہوا

کہ یہ بیچارہ میری وجہ سے چین سے نہ سو سکے گا، چند ہی منٹ بعد وہ اٹھ کر میرے پاس آیا اور پوچھا کہ اس سردی میں آپ اس وقت اس طرح کیوں بیٹھے ہیں کوئی کمبل یا چادر بھی آپ کے پاس نہیں ہے۔

میں نے کہا کہ بیٹا تم آرام کرو، میرا واقعہ یہ ہے کہ میرا پروگرام رات کے ۹ بجے امروہا اپنے گھر پہونچ جانے کا تھا اتفاق سے میری ٹرین چھوٹ گئی اب صبح سے پہلے میرے لئے کوئی ٹرین نہیں ہے۔

اس نے جلدی سے دو کمبل اپنے بستر سے نکالے ایک کمبل نیچے بچھایا اور مجھ سے کہا کہ میں اس کمبل پر لیٹوں گا اور دوسرا کمبل اوڑھوں گا اور آپ میرے بستر پر لیٹیں۔

میں نے از راہ تکلف عذر کیا اس نے سخت اصرار کیا تو میں نے اس سے کہا اچھا تو پھر بیٹا تم اپنے بستر پر لیٹو میں تمھارے اس کمبل پر لیٹوں گا اور دوسرا اوڑھ لوں گا اس نے اصرار سے کہا کہ آپ کو میرے بستر پر ہی آرام کرنا ہوگا جب میں نے اس کے بعد بھی تکلف کیا تو اس نے کہا کہ جب تک آپ میرے اس بستر پر نہ لیٹ جائیں گے میں اسی طرح کھڑا رہوں گا چاہے صبح ہو جائے۔

اس کے بعد میں مجبوراً اس کے بستر پر لیٹا اس کا بستر نہایت اعلا قسم کا نہایت آرامدہ اور قیمتی تھا اس بچہ کی اس شرافت سے میرا دل اتنا متاثر ہوا کہ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

صبح کو ہم دونوں کی ٹرینیں ساتھ آئیں اور ہم ایک دوسرے سے رخصت ہو کر اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے میں اس دلی تاثر سے اتنا مغلوب اور مبہوت تھا کہ اس کا پتہ بھی نہ نوٹ کر سکا، اب اس کا بے حد قلق ہے کہ اس کے بعد سے کوئی رابطہ قائم نہیں رہ سکا، مجھے معلوم نہیں کہ وہ خدا کا بندہ کہاں اور کس حال میں ہے، میرا اب تک یہ حال ہے کہ جب اس واقعہ کو یاد کرتا ہوں یا کسی کے سامنے ذکر کرتا ہوں تو وہ دل

تصویر افلاس

انیسہ ہارون شیروانی

زر و عیش و عشرت پہ اترانے والو
غریبوں کی بھی حالت زار دیکھو

نشاں فقر و فاقے کے رگ رگ سے ظاہر
بدن سوکھ کر ہو گئے خار دیکھو

مصائب کی بارش سے غربال ہیں دل
فلاکت کی ہر سمت بوچھار دیکھو

وہ بوسیدہ ملبوس میلا کچیلا
کہ ہر شخص ہے ان سے بیزار دیکھو

نہ بستر نہ تکیہ دوا ہے نہ دارو
زمیں پر سسکتے ہیں بیمار دیکھو

جلا کر یہ کاٹیں گے جاڑوں کی راتیں
جو ہیں گھاس کوڑے کے انبار دیکھو

سمجھ لو قضا آ گئی جھونپڑی کی
جو بارش کبھی موسلا دھار دیکھو

سسکتے ہیں بوڑھے چڑھی ہے نہ ہانڈی
یونہی بھوکے سوتے ہیں ناچار دیکھو

بلکتے ہیں بچے، گھٹکتی ہیں مائیں
ذرا جھانک کر زیر دیوار دیکھو

کثافت کی تصویر عبرت کا نقشہ
پراگندہ و خستہ و خوار دیکھو

پھٹے چیتھڑے دیکھ کر ان کے پھر تم
خود اپنی بھی پوشاک زرتار دیکھو

ہماری تاریخ

قصص

ھدایت کا سرچشمہ

قاضی اطہر مبارکپوری

پڑوسی کا حق

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی کو اپنی دیوار میں لکڑی گاڑنے سے نہ روکے، یہ حدیث بیان کر کے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے تھے کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ اس سنّت سے پھر رہے ہو، خدا کی اسی لکڑی سے تمھاری پشت پر ماروں گا۔

(بخاری و مسلم)

اسلام میں جوار اور پڑوسی کے بہت سے حقوق رکھے گئے ہیں جن کو تمدنی زندگی میں بنیاد کی حیثیت حاصل ہے، ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی کے دکھ درد میں شریک رہے، اس کی خیر خواہی کرے اور جہاں تک ہو سکے اسے اپنی ذات سے آرام پہونچائے۔ جب پڑوسی کا آپس میں یہ معاملہ ہوگا تو اغیار ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے اور ناگوار حالات کے مقابلہ کے لئے وہ آہنی دیوار بن سکتے ہیں۔ پھر پڑوسیوں کی مختلف حیثیات ہیں۔ ایک شخص پڑوسی ہونے کے ساتھ رشتہ دار ہے تو اس کے تین طرح کے حقوق ہمارے ذمہ ہیں، پڑوسی ہونے کے، مسلمان ہونے کے اور رشتہ دار ہونے کے اور پڑوسی رشتہ دار نہیں ہے صرف مسلمان ہے تو دو حقوق ہیں ایک جوار، دوسرا حق اسلام اور اگر پڑوسی غیر مسلم ہے تو اس کا ایک حق ہے یعنی حق جوار اور یہ حق اس قدر

اہم ہے کہ اس کی ادائیگی کی وجہ سے ہمارا غیر مسلم پڑوسی بہترین ہمدردوں اور اچھے ساتھیوں میں زندگی بسر کرتا ہے اور ان کی موجودگی میں اسے دوسرے کسی معین و مددگار کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔

اوپر کی حدیث میں حق جوار کے سلسلے کی ایک معمولی سی بات پر تنبیہ فرمائی جا رہی ہے یعنی یہ کہ اگر تمہاری دیوار سے تمہارے پڑوسی کا گھر لگا ہوا ہے اور وہ تمہاری باہری دیوار میں اپنے آرام کے لئے کھونٹی گاڑنا چاہتا ہے تو تم اس کو منع مت کرو۔ کیونکہ اس میں تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے اور پڑوسی کا فائدہ ہے، اسی طرح اگر وہ تمہاری دیوار میں طاق بنانا چاہتا ہے اور تمہاری دیوار نہیں ہوتی تو اس سے بھی نہ روکو۔ حضرت ابوہریرہؓ جو اس حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ لوگ اس کا خیال نہیں کرتے ہیں، آئندہ سے اس کا خاص طور سے خیال کریں، ورنہ اس فرمانِ رسولؐ کی خلاف ورزی کرنے پر اسی کھونٹی سے تم کو ماروں گا، ان دونوں باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام نے انسانی حقوق کے سلسلہ میں کیسی کیسی باتوں کا اہتمام کیا ہے اور ان کا نہ کرنا مسلمان پر کس قدر شاق گزرنا چاہئے۔ بہت سے تنگ دل، تنگ نظر اور تنگ ظرف اپنے چبوترے پر سے دوسروں کا کبھی کبھار چلنا بھی ناپسند کرتے ہیں اور اس سے روکتے ہیں، ایسے لوگوں کو چاہئے کہ وہ انسانی آبادیوں سے الگ کہیں اور اپنا گھر بنا لیں تاکہ ان کا گھر بار کوئی نہ چھو سکے ایسے لوگ بستیوں میں رہنے کے قابل نہیں۔

ایمان و یقین

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر فرمایا ہے کہ تین باتیں ایمان سے ہیں (۱) سرد ترین رات میں آدمی کو نہانے کی حاجت ہو جائے اور وہ اٹھ کر غسل کرے جب کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں دیکھ رہا ہے (۲) سخت گرمی کے دن میں روزہ رکھے، اور آدمی میدان میں نماز پڑھے جب

اللہ تعالیٰ کے علاوہ اسے کوئی دوسرا نہیں دیکھ رہا ہے۔ (شعب الایمان بیہقی ج ۱ ص ۲۹)

یعنی یہ تین کام مومن کے ایمان کی پختگی اور مضبوطی کے نتیجہ کے طور پر ہوتے ہیں۔ اور ان کو ادا کرنا ایمان کی پختگی کی دلیل ہے، سخت سرد اور ٹھنڈی رات میں حاجت ہونے پر اٹھنا اور غسل کر کے صبح کی نماز پڑھنا۔ سخت گرمی کے ایام میں روزہ رکھنا اور میدان میں جہاں اللہ کے علاوہ کوئی دیکھنے والا نہ ہو نماز ادا کرنا اسی مومن کا کردار ہو سکتا ہے جس کا ایمان اس قدر پختہ ہو اس میں سردی گرمی اور اجالے اندھیرے کے فرق سے تزلزل نہ آئے اور وہ خالص ایمانی تقاضے پر زندگی بسر کرے۔ ان ایمانی مثالوں کی تین مثالیں اوپر دی گئی ہیں، اسی طرح اور بھی بہت سی باتیں ایمانی قوت سے ظہور میں آتی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ انسان مافوق الفطرت بن گیا ہے حالاں کہ یہ قوت ایمانی کا ثمرہ ہوتا ہے۔

تعمیر مسجد میں احتیاط

کوفہ کے قریب ہی حیرہ کا مشہور قدیم شہر واقع تھا جس کے کنارے پر "قصر العدسیین" نامی ایک بہت بڑا محل تھا، جو بنو کلب کے بنو عمار بن عبد المسیح کی ملکیت میں تھا، یہ لوگ اپنی دادی عدسہ بنت مالک بن عوف کلبی کی طرف منسوب تھے، اور یہ محل بھی اسی نسبت سے مشہور تھا۔ نیز حیرہ میں یہاں کے قدیم حکمراں آل منذر کے قصور و محلات تھے جو مرورِ زمانہ کی وجہ سے گر کر ویران اور کھنڈر ہو چکے تھے، ان کے مالک عیسائی مذہب کے تھے، جب عہد فاروقی میں کوفہ آباد کیا گیا اور یہاں جامع مسجد تعمیر کی گئی تو اس کی تعمیر میں ان قصور و محلات کے کھنڈر سے کچھ سامان مسجد میں استعمال کیا گیا اور اس کی قیمت کا حساب لگا کر اہل حیرہ کے جزیہ کی رقم میں منہا کر دی گئی۔ بلاذری نے لکھا ہے۔

سرکاری کاغذات میں یہ تحریر پائی گئی کہ حیرہ کے جو محلات آل منذر کے گر گئے تھے جب کوفہ کی جامع مسجد کی تعمیر ہونے لگی تو ان کے ملبہ سے کچھ سامان اس کی تعمیر میں استعمال کئے گئے اور ان سامانوں کی قیمت

حساب لگا کر اہل حیرہ کے خراج کی رقم میں منہا کر دی گئی۔

واضح ہو کہ حیرہ کے عیسائیوں کے اپنے ان قصور و محلات کے کھنڈروں اور گرے پڑے پتھروں اور ستونوں کی جو کوفہ کی جامع مسجد میں استعمال کر لئے گئے تھے قیمت کا مطالبہ مسلمانوں سے نہیں کیا تھا اور ان بے کار چیزوں کے بارے میں اس انداز میں نہیں سوچا تھا مگر خود مسلمانوں نے اپنی ذمہ داری اور خانۂ خدا کی حرمت کا خیال کر کے ان سامانوں کی قیمت جوڑ کر حیرہ کے عیسائیوں کے جزیہ میں ڈال دی اور ان سے اتنی رقم کم کر کے جزیہ وصول کیا یہ اپنی جگہ رعایا اور ذمیوں کے ساتھ مسلمانوں کے عدل و انصاف کی بات تھی اور مسجد کی تعمیر میں حلال و طیب مال خرچ کرنے کا داعیہ تھا مسجد کی تعمیر میں بہت زیادہ ہمت سے کام لینا چاہیے اور جانتے ہوئے ایک کوڑی حرام کی یا مشتبہ نہیں لگانی چاہیے مسجد میں نماز پڑھی جاتی ہے جو خدا پرستی کا سب سے اہم مظاہرہ ہے اور اس سے بڑی کوئی عبادت نہیں ہے ویسے ہر نیک کام میں حرام اور ناجائز روپیہ لگانے سے سخت پرہیز کرنا چاہیے مگر مسجدوں کے بارے میں خاص طور سے اس کا خیال رکھنا چاہیے۔ مسجد معمولی طور سے بنے مگر حلال کمائی سے بنے۔ یہ کوئی فخر کرنے کی عمارت نہیں ہے بلکہ عبادت کرنے کے لئے خانۂ خدا ہے اس میں ہماری شان و شوکت کا کوئی دخل نہیں ہے البتہ مسلمانوں کا یہ ذوق ہونا چاہیے کہ خانۂ خدا حلال کمائی سے بنے اور فی نفسہ دوسری عمارتوں سے ممتاز اور بہتر رہے۔

عوام کی نمائندہ حکومت

فتح قادسیہ کے موقع پر اسلامی لشکر کا ایک چوتھائی حصہ قبیلہ بجیلہ کا تھا اس لیے حضرت عمرؓ نے سوادِ عراق کی ایک چوتھائی زمین بجیلہ والوں کو جاگیر میں عطا کر دی تھی۔

اس کے بعد ایک مرتبہ حضرت جریر بجلیؓ حضرت عمرؓ کے پاس آئے حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ اگر میں تقسیم کنندہ نہ ہوتا تو جو جاگیریں میں نے تم بجیلہ والوں کو دی ہے قبضہ

کر لیتا میں دیکھ رہا ہوں کہ اب لوگ بہت زیادہ ہو گئے ہیں اور ذاتی جاگیروں کی وجہ سے معاشی حالات پر اثر پڑ رہا ہے۔ حضرت عمرؓ کے یہ خیالات سن کر بجیلہ والوں نے خود ہی اپنی اپنی جاگیریں واپس کر دیں مگر قبیلہ بجیلہ کی ایک عورت جس کا نام ام کرز تھا اس نے کہا کہ میرے والد کا انتقال ہو چکا ہے ارض سواد میں ان کی جاگیر کا حصہ موجود ہے جس کی وارث میں ہوں اور میں اس کو واپس نہیں کروں گی حضرت عمرؓ نے اس عورت سے فرمایا کہ اے ام کرز تمہاری قوم والوں نے میری بات مان کر اپنی اپنی جاگیریں واپس کر دی ہیں۔ اس عورت نے یہ سن کر کہا۔

میں اپنی زمین واپس نہیں کر سکتی ہوں، الا یہ کہ آپ مجھے ایسی اونٹنی دیں جو سیدھی سادی ہو اور جس پر سرخ چادر ہو اور ساتھ ہی میرے ہاتھ کو سونے سے بھر دیں۔

اس حسین خواہش کا حضرت عمرؓ نے احترام کرتے ہوئے اس کی مطلوبہ اشیاء عطاء کیں اور اس نے اپنی زمین بھی واپس کر دی۔ (فتوح البلدان ص ۲۶۷)

بنو بجیلہ کے مجاہدوں کو جو زمین جاگیر میں ابتداءً ملی تھی، حالات کے تقاضے کی بنا پر اس کی واپسی ضروری تھی مگر اس کے لئے نہ قومیانے کی نوبت آئی نہ حکومت کو خریدنا پڑا اور نہ زبردستی قبضہ کی باری آئی بلکہ خلیفۃ المسلمین نے سیدھے سادے انداز میں اس کی ضرورت کا اظہار کیا اور پوری قوم نے برضا و رغبت اپنی اپنی جاگیر خلافت کو واپس کر دی البتہ ایک خاتون نے اپنی زمیندارانہ اور جاگیردارانہ شان و شوکت کے مظاہرہ کے لئے عطیہ طلب کیا، اور خلیفہ نے اس کی خواہش پوری کی تاکہ وہ اپنی جاگیر کی واپسی کے بعد فارغ البالی اور شانداری کی زندگی بسر کرے، جو نظام حکومت اپنے اندر اس قدر جاذبیت رکھتا ہو اور عوام اس کے تعاون میں لذت پاتے ہوں درحقیقت وہی عوامی حکومت ہے عوامی حکومت یہ نہیں ہے کہ عوام کے نمائندے ان پر حکومت کر کے ان کا کچومر نکال دیں اور خود شاہانہ زندگی بسر کرنے لگیں،

شب برأت

انیس بیگم ضیا بریلوی

شب برات ایک متبرک مہینے کی رات ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینے میں متواتر روزے رکھا کرتے تھے اتنے روزے رمضان کے بعد اور کسی مہینے میں نہیں رکھا کرتے تھے۔ اس بابرکت مہینہ کی پندرھویں شب بڑی فضیلت رکھتی ہے۔

شب برآت کی فضول خرچیاں

لیکن بڑے افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ ہمارے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ فرمائیں کہ شب برات کی پندرھویں شب بڑی فضیلت والی اور متبرک ہے دن کو روزہ رکھو اور تمام معاصی سے توبہ کر کے آقائے حقیقی کی یاد اور عبادت کے مزے لوٹو اس کے سامنے دعائیں مانگو وہ بڑی رحیم کریم ذات ہے وہ تمھاری مغفرت بھی کریگا اور تمھیں رزق بھی دیگا امن و عافیت بھی عطا کریگا مگر برخلاف اس کے یہاں شب برات کو گھر گھر حلوے پک رہے ہیں آتشبازیاں چھوٹ رہی ہیں عجب چہل پہل نظر آرہی ہے بازاروں میں خوب رونق ہے، دوکانیں سجا کر میوہ شکر اور سوجی کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں کچھ نئی دوکانیں کھل گئیں ہیں جن میں آتشبازی کے انبار لگے ہوئے ہیں ان پر بچوں اور عورتوں کا ہر وقت ایک ہجوم نظر آتا ہے خوب خوب خرید و فروخت ہو رہی ہے اندازہ ہے کہ صرف ہندوستان اور پاکستان میں دو تین کروڑ روپیہ ہر سال انھی لغویات کی نذر کر دیا جاتا ہے اتنی کثیر رقم سے بہت سے اچھے اچھے کام انجام دیئے جا سکتے ہیں جو روپے کی کمی کی وجہ سے نہیں ہو پا رہے ہیں مگر یہاں ان فضولیات سے کس کو فرصت ہے جو اس طرف غور کرے۔

میری عزیز بہنو! تم ہی آگے بڑھو اور اس خراب اور بری رسم کو ایک سخت جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دو، اگر آپ کو اپنے عزیزوں اور دوستوں کو ایصال ثواب ہی کرنا ہے اور بیشک یہ اچھا کام ہے تو یہ قسم قسم کے حلوے بنا کر ان ہی پر فاتحہ دلانا کوئی ضروری نہیں ہے بلکہ گوشت روٹی یا دال روٹی پکا کر غربا میں تقسیم کر دینا اس سے زیادہ مفید ہے کہ بیک وقت ہزاروں لاکھوں غریبوں کا پیٹ بھرے اور مردوں کو بھی ثواب پہونچے حقیقت اور اصلیت یہی ہے حقیقت اور اصلیت یہ ہے کہ یہ سب کچھ رسم اور نام و نمود کے لئے ہوتا ہے اور فاتحہ بھی ایک رسم کی حیثیت اختیار کر گئی ہے اور شب برات کو بھی ایک رسم بنا لیا گیا ہے تاکہ خوب تفریح منائی جا سکے۔ کیوں کہ اگر حلوے فاتحہ کے لئے تیار ہوتے ہیں تو خوانوں میں رکھ کر منوں حلوہ عزیزوں اور دوستوں میں کیوں تقسیم کیا جاتا ہے اور دعوتیں کیوں کی جاتی ہیں جب کہ دوسری طرف غریبوں اور مسکینوں کے لئے ایک دو ٹکڑے بھی مشکل سے پڑتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حلوے فاتحہ اور ایصال ثواب کے لئے نہیں بنائے جاتے اور اس کا مقصد ایک ہنگامہ ایک شغل اور نمود و نمائش ہے یہ چیزیں قطعاً حرام ہیں اور بجائے باعث ثواب کے الٹی باعث وبال ہیں جس عمل میں ذرہ برابر بھی نمود و نمائش کا شائبہ موجود ہو تو وہ بالکل بے ثمر عمل ہے اس سے ثواب ملنا تو درکنار الٹا عذاب ہوتا ہے اس سے صاف طور پر واضح ہو گیا کہ مسلمان جو شب برات میں لاکھوں روپیہ سالانہ صرف کرتے ہیں وہ بالکل برباد ہوتا ہے اور فاتحہ میں نمود و ریا کے عناصر شامل ہونے سے اس کا اثر بھی زائل ہو جاتا ہے۔

میری عزیز بہنو! خدا کے لئے سنبھلو اور اس متبرک رات کو جو شب قدر کے بعد سب سے متبرک رات ہے آتشبازی اور حلوے کے انہماک میں نہ گنواؤ، اپنی موت کو یاد کرو میسر ہو

کشیدہ کاری

اشعار برائے تکیہ

ہاجرہ حسنی

تکیہ سے سر اٹھایئے وقتِ نماز آگیا
ناز کا وقت اب نہیں وقتِ نیاز آگیا

تکیہ رکھئے مگر ایسا کیجئے
تکیہ اللہ پہ رکھا کیجئے

سونے والے کبھی مرقد میں بھی سونا ہوگا
کہ جہاں کوئی نہ تکیہ نہ بچھونا ہوگا

مرنے میں خوب سو تکیہ پہ سر رکھ کر
مگر اللہ پر اپنی نظر رکھ کر

کچھ نفس کا بھی حق ہے نہ اب کام کیجئے
تکیہ پہ رکھ کے سر بس آرام کیجئے

میٹھی دعوت

امۃ اللہ تسنیم

باتوں باتوں میں مغرب کا وقت آگیا، استانی جی اٹھیں اور سلمیٰ اور خولہ کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کی اس کے بعد سب ایک جگہ بیٹھ گئیں خولہ نے کہا استانی جی کل جمعہ کا دن ہے، اور اتفاق سے کل سلطانہ، ریحانہ اور نو شابہ کو بھی چھٹی ہے ارادہ ہے کہ کل سب کو بلالوں اور اپنے ہاتھوں سے نئی چیزیں پکا کر کھلاؤں،

سلمیٰ۔ باجی ہم بتائیں ایک چیز آپ پکایئے اور ایک میں

استانی جی۔ دیکھو ایسی ترکیب بتاؤں نمکین کھانے تو گھر میں پکتے ہی ہیں، میٹھی چیزیں بناؤ خولہ تم انڈے کی فیرنی پکاؤ سلمیٰ نان خطائی بنائیں

خولہ۔ آپ نے ٹھیک کہا، اچھا آپ لاگت ایک پرچہ پر لکھوا دیجئے جس میں صحیح صحیح منگوالیں۔

استانی جی۔ تم دونوں الگ الگ پرچہ لاؤ اور اپنا اپنا حساب لکھو اور صبح کو ہر ایک اپنا سودا خود منگائے گی۔

دونوں لڑکیاں ایک ایک پرچہ لائیں اور لکھنا شروع کیا، پہلے خولہ نے اپنا قلم سنبھالا اور بولی "ہاں استانی جی فرمایئے"

استانی جی۔ یہ تو بتاؤ کتنی بنانا چاہتی ہو تاکہ اسی حساب سے بولوں۔

خولہ۔ زیادہ تعداد لکھایئے تاکہ گھر بھر کھا سکے۔ خالہ جان کے یہاں بھیجوں۔

استانی جی۔ اچھا لکھو، کمی بیشی میں یہی تناسب رکھنا جو میں لکھاتی ہوں —